حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں جتھا بازی کرنے والوں کو تنبیہہ اور نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 فروری 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ (المائدۃ:106)

پھر فرمایا:

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے مومنو! تم اپنی جانوں کی حفاظت کرو۔ یہاں زور اپنی پر ہے۔ جب تم ہدایت پا جاؤ تو کسی کی گمراہی تم کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔ تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پس جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے تمہیں آگاہ فرمائے گا۔

اس آیتِ کریمہ میں بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی گمراہی کی فکر نہیں کرنی۔ ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ قرآن کریم نے ایک ہی مضمون کے ہر پہلو کو بہت باریکی اور لطافت سے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے۔ بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص گمراہ ہو جائے، ایسے بھی ہیں جو سزا یافتہ ہیں، کچھ ایسے بھی ہیں جو عہدیدار ہیں لیکن ان میں کچھ نقائص بھی پائے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق جماعتوں میں اکثر یہ سوال اٹھتا رہتا ہے اور گھومتا پھرتا ہے کہ فلاں شخص جو ہے وہ اس عہدہ پر قائم ہے اور یہ نقائص رکھتا ہے، فلاں شخص کو بے وجہ سزا دے دی گئی اور وہ باہر نکل گیا حالانکہ وہ ایک مفید

وجود تھا۔ اس قسم کے بہت سے وسوسے بعض جماعتوں میں گھومتے پھرتے ہیں اور اکثر جماعتوں کی اصلاح خدا تعالیٰ کے فضل سے ہو چکی ہے لیکن وقتاً فوقتاً یہ فتنے پھر بھی سر اٹھاتے ہی رہتے ہیں۔ یہاں اس آیتِ کریمہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ تمہیں اپنی پڑنی چاہئے، تمہیں پرائی سے کیا غرض ہے۔ جہاں تک نقصان پہنچنے کا تعلق ہے وہ لوگ جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں، جن کو نکال دیا جاتا ہے، جو عہدوں کے باوجود اپنے کردار کی حفاظت نہیں کرتے وہ تمہارا نقصان نہیں کر سکتے پھر تمہیں کیا مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ اپنی فکر کرو اور اپنی فکر پہ اتنا زور ہے کہ فرمایا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ یاد رکھو تم سے تمہارے متعلق پوچھا جائے گا، تم سے ان لوگوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ اپنی فکر میں پڑو یہ نہ ہو کہ تمہارے جتھے سارے کے سارے خدا کے نزدیک ردّ کر دیئے جائیں، جن جتھوں کا غرور لئے پھرتے ہو جس غرور میں ہمیشہ مخرجین کی تائید اور عامۃ الناس پہ یہ اثر کہ ہم اکٹھے ہیں، ہم دیکھو کتنے بڑے لوگ ہیں یہ بات پائی جاتی ہے۔

اس خطبہ میں میرے ذہن میں خاص طور پر ایک ملک ہے جو سکینڈے نیویا (Scandinavia) سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے پہلے میں بہت کوشش کر چکا ہوں کہ ان کے جتھے ٹوٹیں اور ان کو عقل آئے کہ ان میں سے ہر ایک نے خود مرنا ہے اور اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور یہ جتھے اگر مخرجین کی تائید میں بنے ہوئے ہیں تو ایک کوڑی کا بھی فائدہ ان کو حاصل نہیں ہوگا۔ جواب دہی ان کی ہوگی۔ اگر یہاں نہیں تو مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد ہوگی۔ آج میں ان کا پول نہیں کھولنا چاہتا عمومی مضمون بیان کروں گا۔ میرا اِرادہ یہ ہے کہ ہر ایک کو میں لکھ دوں کیونکہ اب ان کے حالات برداشت سے باہر ہو چکے ہیں۔ مستقل، پرانی گانٹھیں ہیں جو ٹوٹنے میں نہیں آرہیں اور غرور جتھے کا ہے اور وہ بدقسمت ملک جن میں جماعت سے عدم تعلق والے جتھے زیادہ ہیں اور فتنہ وفساد والے جتھے زیادہ ہیں اور نیک لوگ نسبتاً کم ہیں ان بے چاروں کو مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ پہلے تو میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ دیکھو تمہیں ان کا جتھا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اگر ہزار میں سے تم دس بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہاری قدر فرمائے گا تو تم اتنے پریشان کیوں ہوتے ہو۔ جتھے بنتے ہیں بننے دو خدا توڑے گا، ان کے غرور اور تکبر کو وہ ضرور خاک میں ملائے گا اور یہ اپنے سوا اَور کسی کا نقصان کر نہیں سکتے۔ یہ خوشخبری جب اللہ نے تمہیں دے دی ہے کہ تمہارا نقصان نہیں کر سکتے

اور جواب دہ ضرور ہوں گے تو پھر تمہیں کیا مصیبت پڑی ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ ہول میں مبتلا ہو کہ دیکھو ہمارا کیا بنا، ہم کتنے تھوڑے رہ گئے۔اس بات کو بالکل ذہن سے نکال دیا جائے۔اگر دس بھی ٹھیک ہیں تو وہ اللہ اور جماعت کی نظر میں وہی دس مقبول ہیں اور باقی سارے ردّ شدہ ہیں ان کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔ان کو علم ہی نہیں کہ دُنیا میں کتنے بڑے بڑے انقلاب آرہے ہیں۔ سینکڑوں جماعتیں، ہزاروں جماعتیں ہر سال ایسی بنتی ہیں جو کلیۃً فدا ہیں وہ بڑی بڑی جماعتیں جن میں جتھے تھے اب وہ مٹ مٹ کے، گھل گھل کے ان کا کچھ بھی وجود نہیں رہا اور اب وہ سمجھ چکے ہیں کہ وہ بیکار ہیں۔ جرمنی کا یہی حال تھا بڑی جتھا بندیاں تھیں شروع میں۔ جب میں نے جرمنی کے معاملات میں دلچسپی لی خصوصیت کے ساتھ اور اللہ نے فضل فرمایا اور جرمنی کی جماعت کو از سر نو بیدار کرنا شروع کیا ہے تو اس وقت جتھے ہوتے تھے اور ہر جتھے کو یہ غرور تھا کہ ہم جتھے والے ہیں ہم پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے۔میں نے ان پر ہاتھ ڈالا، ان کو دکھایا کہ خلیفہ وقت کو اگر اللہ یہ سمجھائے کہ ہاتھ ڈالو تو وہ ڈالے گا اور تمہاری کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، تمہارے تکبر خاک میں مل جائیں گے۔ یہی ہوا۔ سب جتھے تحلیل ہو گئے۔اگر کہیں ہیں تو چھپے چھپے، دلوں میں گانٹھیں ہیں مگر بالعموم خدا تعالیٰ کے فضل سے ان ملکوں سے سب گندگی کا صفایا ہو گیا ہے۔

تو اگر کوئی ملک سمجھتا ہے کہ وہ بہت بڑا ہے اور مستغنی ہے تو میں آج اس کو متنبہ کر رہا ہوں۔ قرآن کریم کی یہ آیت مجھے تقویت دے رہی ہے اور ان سب خدا کے پاک بندوں کو تقویت دے رہی ہے جو تعداد میں تھوڑے ہوں گے مگر جن کو جتھوں نے دبا ڈالا ہے۔ ہرگز دبنے کی کوئی ضرورت نہیں۔اپنے پاؤں پہ کھڑے ہوں اور میرا اِرادہ یہ ہے کہ ان کو پہلے خطوط کے ذریعہ ایک دفعہ متنبہ کر دوں، سمجھا دوں کہ آپ کی باتیں میری نظر میں ہیں۔ میں دورے بھی کر چکا ہوں، سمجھتا ہوں کون لوگ کتنے بڑے جتھے رکھتے ہیں، ان کو کس بات کا غرور ہے لیکن میں آج کے خطبہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آئندہ اگر وہ باز نہ آئے تو آپ ان کا ذکر نہیں سنیں گے وہ مٹ گئے اور ختم ہو گئے اور جماعت انہیں چند سے دوبارہ ترقی کرے گی جو چند خدا کے بندے جماعت میں موجود ہیں اور پاکباز ہیں اور نظام جماعت کا احترام کرنے والے ہیں۔اب اپنے دلوں کو ٹٹول کر جنہوں نے دیکھنا ہے وہ دیکھ لیں لیکن میں بھی تحریری طور پر واضح تنبیہ کرنے والا ہوں اور اس کے بعد وہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کا خطبوں

میں ذکر کیا جائے۔ اللہ ان سے خود نپٹے گا اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ جو بظاہر تعداد میں کم ہیں ان کے نکل جانے کے بعد ان میں بہت برکت پیدا ہوگی۔ یہ آیتِ کریمہ اس غرض سے میں نے تلاوت کی ہے اور اسی تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض نصیحتیں بھی میں آپ کے سامنے پیش کروں گا لیکن اس کے علاوہ بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے اقتباسات ایسے ہیں جو ہر جمعہ پہ میں ساتھ لاتا ہوں لیکن پوری طرح وقت نہیں ملتا کہ ان کو پڑھ کے سنایا جائے۔ سارے اقتباسات بہت اہم ہیں ان میں سے یہ مضمون بھی ملے گا جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے لیکن اور بھی بہت اہم مضامین ہیں اور میرے نزدیک جماعت کی تربیت کے لئے آج کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کو پڑھ کر سنانے سے بہتر اور کوئی طریق نہیں ہے۔ اتنا گہرا اثر رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ، اس طرح دل کی گہرائی سے نکل کے دل کی گہرائی تک ڈوبتے ہیں اور ایک ایسے صاحب تجربہ کا کلام ہے جس کی بات میں ادنیٰ بھی جھوٹ یا ریا کی ملونی نہیں ہے۔ ہر بات جو کہتا ہے وہ سچی کہتا ہے اس سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔

پس اب میں اسی طریق کو اپناتے ہوئے جو گزشتہ چند مہینوں سے میں نے اپنایا ہوا ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں اور جہاں تشریح کی ضرورت ہوئی وہاں تشریح کروں گا۔

”اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔“

کیسا سادہ اور کیسا پاک فقرہ ہے۔ کیسی حقیقت ہے جس میں ادنیٰ سا بھی جھول نہیں اور بیان کرنے کا انداز ایسا قوی ہے۔ ”اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔“ اور خطاب عقلمندوں سے ہے۔ شاید کسی کو خیال گزرے کہ عقلمندو کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُولُوا الْاَلْبَابِ سے جو خطاب فرمایا ہے یہ وہی اُولُوا الْاَلْبَابِ ہیں۔ عقلمند ہی ہیں جو نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عقلمند ہی ہیں جو دُنیا میں ہونے والی تبدیلیوں سے ہمیشہ اللہ کو یاد کر کے ایمان میں ترقی کیا کرتے ہیں۔ تو اس لئے فرمایا کہ:

''اے عقلمندو! (یا اُولُوا الْاَلْبَابِ) یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو اور آگے بڑھاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ عادت جس چیز کی پڑ جائے وہ عادت اپنا غلام بنا لیتی ہے اور نشہ کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ ہر وہ چیز جو تمہیں عادی بنا دے تم اس کے غلام ہو جاتے ہو اور یہ بات بھول جاتے ہو کہ جو چیز بھی تمہیں عادی بنا دے اس میں نقصان ہوا کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو چائے اور کافی پر بھی اطلاق پاتی ہے۔ وہ لوگ جو چائے کے عادی ہوں، میں بھی بظاہر عادی ہوں مگر میں نے چھوڑ کر بھی دیکھی ہے اور بالارادہ چھوڑی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس امتحان میں کامیاب رہا ہوں۔ کافی کی مجھے عادت ہوا کرتی تھی اب بڑی مدت سے بہت کم کبھی شاذ کے طور پر پیتا ہوں اور وہ بھی عادت کی وجہ سے نہیں کیونکہ شاذ کا مطلب ہی یہ ہے کہ عادت نہیں رہی۔ پس میں اپنے اوپر تجربہ کر کے یہ باتیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ نشہ کی اس تعریف کو آپ پیش نظر رکھیں تو بہت سی بلاؤں سے اور بہت سی بیماریوں سے بچ جائیں گے۔ بہت بیماریاں عادات سے تعلق رکھتی ہیں جب کسی چیز کی عادت پڑ جائے اور وہ نہ ملے تو شدید بے چینی پیدا ہوتی ہے اور جتنے آج جرائم ہو رہے ہیں ان میں عادت کو بہت بڑا دخل ہے۔ دُنیا کی اکثر قوموں میں جو جرائم پائے جاتے ہیں وہ عادات کی بنا پہ پائے جاتے ہیں۔ ڈرگ ایڈکشن (Drug Addiction) عادت ہی تو ہے، شراب ایک عادت ہی تو ہے۔ غرض یہ کہ ہر وہ بیماری جو آج دُنیا میں پائی جاتی ہے اگر آپ غور کر کے دیکھیں تو اس میں عادت کا دخل ہے اور یہ عادت جو ہے یہ بے راہ روی سے بھی تعلق رکھتی ہے، جنسی تعلقات سے بھی اس کا واسطہ ہے۔ پس جب میں ہر بیماری کی بات کر رہا ہوں تو سوچ سمجھ کر بات کر رہا ہوں اس کو حالات پر اطلاق کر کے آپ کو بتا رہا ہوں کہ عادات کا آج کے زمانہ کی بیماریوں سے گہرا تعلق ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

''ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔''

نشہ کے عادی کو اس دُنیا میں بھی ضرور سزا ملتی ہے خواہ وہ محسوس کرے یا نہ کرے کہ اس کا نشہ سے تعلق ہے۔ سزا کو تو محسوس کرتا ہے مگر یہ علم نہیں کہ میرے نشہ نے ہی میرے لئے مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں اس کو جو سزا ملتی ہے وہ تو ملے گی ہی لیکن ''آخرت کا عذاب الگ ہے۔''

''پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔
حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔''

یہ ایک بہت ہی اہم، ایک بڑا اِبتلا ہے آج کی دُنیا میں، جو دُنیا میں ہر شخص کو درپیش ہے۔ ''حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔'' آج ساری دُنیا میں جو بحران پیدا ہو رہے ہیں وہ جتنی قوموں میں بھی ہو رہے ہیں ان میں حد سے زیادہ عیاشی کی زندگی بسر کرنے والے اس کے ذمہ دار ہیں۔ غریب ممالک کے بحران دیکھیں ان کا اقتصادی ڈھانچہ اگر اس بات پر مبنی ہوتا کہ کم سے کم زندگی کی سادہ ضروریات تمام انسانوں کو مہیا کی جائیں تو یہ اشتراکیت نہیں ہے، یہ قرآن کریم کا پہلا سبق ہے۔ اشتراکیت کے تو تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ قرآن کریم کا پہلا سبق اشتراکی نظام کے انتہائی تصور سے بھی بڑھ کر ہے لیکن اس میں برائی نہیں، اس میں کوئی چھینا جھپٹی نہیں، کوئی زبردستی نہیں۔ ہر سوسائٹی کا یہ فرض قائم کر دیا گیا ہے آدم کی جنت کے ذکر میں، کہ ہر ایک کو روٹی ملے گی، ہر ایک کو پانی ملے گا، ہر ایک کو بچھونا میسر آئے گا، ہر ایک کے سر پر چھت ہوگی۔ یہ چیز جو پہلا سبق تھا یہ انسانیت نے بھلا دیا ہے، حد کون سی ہے؟ وہ یہی حد ہے۔ ورنہ ہر شخص کہہ سکتا ہے میں عیاشی کرتا ہوں مگر تھوڑی کرتا ہوں۔ کسی ملک کو حد سے زیادہ عیاشی میں مبتلا ہونے کی اجازت ہی نہیں ہے جب تک ان کے غریبوں کی پرسان حالی نہ ہو، ان کی ادنیٰ لازمی ضرورتیں پوری نہ ہوں۔ اس وقت تک جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں خدا نے دیا ہے ہم عیش و عشرت میں زندگی بسر کریں اسی کا نام حد سے زیادہ ہے کیونکہ بعض کے حقوق بعض دوسروں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ جن کا حق تھا زندہ رہنے کا جو خدا نے قائم کیا ہے اس حق پر قدغن لگائی جا رہی ہے اور تمام غریب ممالک میں یہی حال ہے اور تمام امیر ممالک میں یہی حال ہے۔ کوئی ملک بھی اس بدنصیبی سے خالی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں یہ لعنتی زندگی ہے۔

''حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔''

عیاشی کے ساتھ حد سے زیادہ بدخلقی اور بے مہری کا تعلق ہے۔ بے مہری کا مطلب ہے کہ آپس میں بنی نوع انسان سے تمہیں محبت ہی نہیں رہی کہ ان کا دکھ تمہارا دکھ بن جائے' بے حس ہو چکے ہو اور جب ایک سوسائٹی الگ ہو جائے اور الگ زندگی بسر کرے تو متکبر ہو جایا کرتی ہے۔ حد سے زیادہ بدخلق سے مراد یہی بدخلق لوگ ہیں جن کے خلق آزمائے نہیں جاتے اور وہ اپنے دائرہ میں رہ کر کسی سے

جو چاہیں سلوک کریں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں پہچانا نہیں جا رہا اور جو ہم کرتے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اس پر انگلی رکھ سکے۔

”حد سے زیادہ خدا یا اُس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہونا لعنتی زندگی ہے۔“

یہی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرما رہے ہیں جو میں پہلی عبارت کی تفسیر کر چکا ہوں۔ ”حد سے زیادہ خدا یا اُس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہونا لعنتی زندگی ہے۔“ یہاں خدا کی ہمدردی مراد نہیں ہے خدا سے لاپرواہونا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہونا فقرہ اکٹھا ہے اور کوئی غلطی سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے۔ اگر اس فقرہ کو ہمدردی سے اس طرح ملایا جائے کہ خدا تو پھر، خدا کو بھی ساتھ جوڑا جائے تو پھر اس کے ایک اور معنی بنتے ہیں۔ خدا یہاں فاعلی حالت میں ہوگا اور بندے مفعولی حالت میں۔ حد سے زیادہ خدا کی ہمدردی سے بے نیاز ہونا یعنی ایسی حرکتیں کرنا کہ خدا تمہارا ہمدرد نہ رہے اور حد سے زیادہ بندوں کی ہمدردی کرنے سے بے نیاز ہونا۔ یہ بھی فرمایا ایک لعنتی زندگی ہے۔

”ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ۔“

یہ جو پوچھا جانے کا تصور ہے یہ ہمارے کردار کو صحیح روش پر ڈالنے اور صحیح روش پر قائم رکھنے میں ایک غیر معمولی کردار ادا کرتا ہے۔ ہماری زندگی کو صحیح روش پر ڈالنے میں ایک غیر معمولی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ جو پوچھا نہیں جائے گا جس کو یہ احساس ہو کہ میں پوچھا نہیں جاؤں گا وہ جو چاہے کرتا پھرے اور یہ آج کی سب سے بڑی بلا ہے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا تھا جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں وہ سمجھتے ہیں ہم اگر اپنے جتھے بنا کر بظاہر اپنی شان اور شوکت ظاہر کریں گے اور غلبہ کریں گے اور کہیں گے کہ تم ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو یہ ان کی حماقت ہے۔ کوئی نہیں ہے جو پوچھا نہ جائے گا۔ اپنے ہر عمل کے بارے میں وہ پوچھے جائیں گے۔ فرمایا اور اس سے زیادہ پوچھا جائے گا جیسا ایک فقیر پوچھا جائے گا کیونکہ فقیر تو صرف غریب کو ہی نہیں کہتے ایک مسکین انسان جس کا کوئی اثر و رسوخ نہ ہو اس سے بھی ضرور باز پرس ہوگی لیکن جن کا سوسائٹی پر اثر و رسوخ تھا جو صاحب حکمت بھی سمجھے جاتے تھے اور صاحب طاقت بھی تھے ان سے تو ضرور سختی سے باز پرس ہوگی اور وہ ضرور پوچھے جائیں گے۔

''پس کیا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے۔''

اب یہ جو پہلی باتیں گزری ہیں ان کا انجام کار یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے۔ جو باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائیں کہ ان سے بچو، ان کا خطرہ ہے، یہ لعنتی زندگی ہے جو ان باتوں میں ملوث رہتے ہیں اور پروا نہیں کرتے ان کا انجام لازماً یہ ہوتا ہے کہ

''بکلّی خدا سے منہ پھیر لیتا ہے اور (پھر) خدا کے حرام کو ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اس کے لئے حلال ہے۔''

یہ حلال و حرام کے جو چکر ہیں، بددیانتیاں رزق میں، لوگوں سے دھوکا بازیاں یہ سارے اوپر کے مضمون سے تعلق رکھ رہی ہیں جو اس کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔

''(پھر) غصہ کی حالت میں دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔''

یہ خدا سے منہ پھیرنے کے نتیجہ ہیں کیونکہ جو شخص خدا کا تصور دل پر ایک بادشاہ کے تصور کی طرح رکھتا ہے ایک کامل مقتدر بادشاہ کے تصور کی طرح رکھتا ہے اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی لمحہ اپنے غصّہ سے اس قدر مغلوب ہو جائے کہ خدا کی پروا نہ کرے۔ اپنے کسی جذبہ سے مغلوب ہو جائے کہ دیکھے ہی نہ کہ اس کو بھی کوئی دیکھ رہا ہے۔

''دیوانوں کی طرح کسی کو گالی کسی کو زخمی اور کسی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور شہوات کے جوش میں بے حیائی کے طریقوں کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائے گا یہاں تک کہ مرے گا۔''

اس دُنیا میں سچی خوشحالی اس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ ایسے لوگ جن کا نقشہ ہے بظاہر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بظاہر حرام کھاتے اور بے پروا ہو جاتے ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں اس کو سچی خوشحالی بہر حال نصیب نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ مرے گا۔

''اے عزیزو تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی۔''

کیسا پاک کلام ہے۔ چھوٹا سا فقرہ ان سب باتوں کے آخر پر رکھ دیا۔ جو دل کی گہرائی تک اتر جاتا ہے اور عزیز و کہہ کر مخاطب فرمایا کہ مجھے تم سے پیار ہے تم مجھے اچھے لگتے ہو میں نہیں چاہتا تمہیں کوئی گزند پہنچے۔ پس اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے دُنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت گزر چکے ہیں۔ اکثر لوگوں کے دن بہت گزر چکے ہیں کیونکہ اس میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ ان کو پتا ہی نہیں کہ آج نہیں تو کل شاید موت آ جائے تو جس کی موت بھی کل پرسوں مقدر ہے اس کے تو اکثر دن گزر ہی چکے ہیں اور چونکہ پتا نہیں کہ کب آنی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ ان کے اکثر دن واقعةً گزر چکے ہوں اور ان کو احساس بھی نہ ہو۔

''تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔''

جس کے پاس جانا ہے اس کو ناراض کرو گے تو کیا پاؤ گے۔ چند دن کی زندگی، چند دن کے ابتلا، چند دن کے مصائب اگر جھیل لو اور بالکل اس بات سے بے نیاز ہو جاؤ کہ یہ آزمائش تمہیں تکلیف دیتی ہے اس لئے کہ تھوڑی ہی تو ہے چند دنوں میں گزر جائے گی تو پھر اللہ ناراض نہیں ہوگا لیکن اگر تمہیں یہ خیال نہ ہو تو پھر خدا تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور ناراضگی کی حالت میں تم جان دو گے۔

''ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو اگر (وہ) تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کرسکتی ہے۔''

یہ بالکل درست ہے۔ اللہ جن بندوں کو بچانا چاہے ان کو تباہ نہیں کرسکتی مگر روزمرّہ کے وہ بندے جو کیڑوں مکوڑوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں جو پہلے ہی اپنی حکومتوں کو اپنا خالق اور معبود بنائے بیٹھے ہیں ان کو جب چاہیں فوری طور پر گورنمنٹیں ہلاک کرسکتی ہیں اور سب ملکوں کا یہی حال ہے ہر ملک میں حکومتیں یہ زیادتی کرتی ہیں جب وہ سمجھیں کہ فلاں شخص یا فلاں خاندان یا فلاں جتھا اب اس قابل نہیں رہا کہ ہم ان کو اپنے ساتھ چلائیں تو اس طرح چھوڑ دیتی ہیں جیسے پتھر کو چھوڑا جائے اور وہ بلندیوں سے زمین پر گرتا ہے۔ پھر اس کو پاؤں تلے روندتی ہیں اور بڑے خاندان ہیں، بڑے بڑے عظیم جتھے تھے جن کا کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا گیا کیونکہ حکومتوں نے ان کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ روس میں بھی یہی ہوتا رہا، امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے ہر جگہ یہی ایک کہانی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں: ''ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو۔'' اب یہ زبردست

کا محاورہ بیچ میں داخل کرنا یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیرت انگیز عقل اور فہم کی طرف اشارہ کرنے والا فقرہ ہے۔ ایک عام آدمی کہہ سکتا ہے حکومت تمہیں جب چاہے برباد کر سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو۔‘‘ یعنی انسانی گورنمنٹ اگر تمہارے جتھے بہت بڑے ہوں تو تم سے ڈرتی بھی ہے اور اس وقت تو چاہے بھی تو تمہیں تباہ نہیں کرتی، نہ کر سکتی ہے۔ اس لئے دونوں باتیں ہیں ان کے معبود بڑے بڑے جتھے بن جاتے ہیں اور وہ تمہارا معبود بن جاتی ہیں۔ تو فرمایا کہ ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو اگر وہ ناراض ہو تو وہ تباہ کر سکتی ہے اور اللہ کیا تم سے زبردست نہیں ہے؟ اس لئے اللہ کی ناراضگی کو ایک عام حکومت کی ناراضگی کے برابر نہ کرو۔ بعض صورتوں میں عام حکومت تم سے ناراض بھی ہو تو تمہیں برباد نہیں کر سکتی مگر اللہ ناراض ہو تو آناً فاناً تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

’’پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔‘‘

یہی بات پہلے میں نے استثنا کے طور پر کہی تھی۔ یہ نہ سمجھنا کہ ہر ایک کو تباہ کر سکتی ہے۔ اکثر خدا کی نظر میں متقی ٹھہرنے والے کمزور ہوا کرتے ہیں لیکن خدا اجازت نہیں دیتا کہ جابر سے جابر حکومت بھی ان کو تباہ کر سکے۔ معمولی گزند پہنچاتے ہیں، نقصان، دلی تکلیف لیکن تباہ نہیں کر سکتے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متقی ٹھہر جاؤ وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا پھر حکومتوں کی ناراضگی کی کیا پرواہ ہے۔

’’اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں۔ (یعنی تقویٰ اگر نہ ہو تو پھر تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں۔ تقویٰ کے لفظ میں حفاظت شامل ہے بچنا اور بچایا جانا) اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اَور آفات میں مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کرو گے۔ اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزریں گے۔‘‘

تقویٰ نہ ہو اور دوسرے سہارے موجود ہوں تو ان کا حقیقتاً تمہاری زندگی پر کوئی مستقل، فرحت بخش اثر نہیں پڑ سکتا۔ ایسے لوگ جو دُنیا کے سہارے جیتے ہیں دُنیا ئیں بدل جاتی ہیں، ایسے لوگ جو بڑے

لوگوں کے سہارے جیتے ہیں وہ بڑے لوگ بڑے لوگ نہیں رہتے۔ غرض یہ کہ سارے مضامین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام میں مضمر ہیں کہ تم جب دُنیا والوں کو اپنا خدا بنا کر ان کو راضی کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ تمہاری ساری زندگی کام نہیں آسکیں گے۔ ’’اور عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزریں گے۔‘‘ یہ بات بھی ان سب ملکوں میں جو اکثر تیسری دُنیا کے ملک ہیں مشاہدہ کی جاسکتی ہے اور بڑے ملکوں میں بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہیں کہ حکومتوں سے ٹوٹے ہوئے، گرے ہوئے لوگ جو کسی زمانہ میں زبردست ہوا کرتے تھے جن کے رعب سے خلقت کانپتی تھی وہ بڑے غم وغصہ میں آخری دن بسر کرتے ہیں۔ ان کا کوئی بھی اختیار باقی نہیں رہتا۔ بے چین اور بے قرار پھرتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے سینہ میں جھانک سکتا تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے غم اور غصہ کے سوا وہاں کچھ نہ پاتے۔ اور جہاں تک متقیوں کا تعلق ہے فرمایا:

’’خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں سو خدا کی طرف آجاؤ۔‘‘

اب اس سے زیادہ بڑی پناہ اور کیا ہو سکتی ہے اور اس سے زیادہ پاکیزہ اور پیارا بلاوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ساری باتیں کھول دیں اور آخر پہ فرمایا:

’’خدا کی طرف آجاؤ۔ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو۔‘‘

یعنی وہ سارے امور جو بیان ہوئے ہیں وہ دراصل اللہ کی مخالفت ہیں اور اگر وہ تم کرو گے تو گویا خدا کے مخالف ٹھہرو گے۔

’’سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو اور اُس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اُس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ: 70 تا 72)

اب بعض دوسرے اقتباسات ہیں جو میں اسی تسلسل میں بیان کرتا ہوں اور جب تک یہ اقتباس ختم ہوتے ہیں اتنی دیر میں ہم انشاء اللہ اور اقتباس اکٹھے کر لیں گے۔ اگر ساری عمر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات پر ہی خطبے دئے جائیں تو جماعت کے لئے اس سے زیادہ خوشخبری کوئی نہیں ہو سکتی۔ ایک ایسے پیارے انداز کی نصیحت ہے کہ دوسرے منہ کی باتوں کے

مقابل پر ایسا ہے کہ دوسرے منہ کی باتیں زمین سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ آسمان سے تعلق رکھتی ہیں لیکن آسمان سے تعلق کے باوجود آسمان سے اس طرح اترتی ہیں جیسے رحمت باراں اتر رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’پیغمبر الُوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں۔‘‘

پیغمبر الُوہیت کے مظہر، اللہ تعالیٰ کے مظہر، اس کی خدائی کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں اور خدا دکھانے والے ہوتے ہیں۔

’’پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر بنے۔‘‘

اب اس سے زیادہ کھلا، واضح معیار اور کیا آپ کے لئے مقرر کیا جا سکتا ہے۔ پیغمبر کو تو سب جانتے ہیں بعض لوگ خود نہ جانتے ہوں تو مولویوں کی مبالغہ آمیز تقاریر سے پیغمبروں کے متعلق عجیب عجیب تصور باندھ لیتے ہیں مگر یہ جوڑ بھول جاتے ہیں کہ اگر پیغمبر خدا نما ہیں تو تم پیغمبر نما ہو۔ وہ سب کچھ کر کے دکھانا ہوگا ایسے حال میں زندگی بسر کرنی ہوگی کہ لوگوں کو پیغمبر یاد آئیں۔ یہ ایک فقرہ ہے اس میں ساری زندگی کی کہانی آ گئی ہے۔ ’’پیغمبر الوہیت کے مظہر اور خدا نما ہوتے ہیں پھر سچا مسلمان اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر بنے‘‘۔ اور یہ ایک فرضی پیغام نہیں اس کو حقیقت پر چسپاں کر کے دکھاتے ہیں۔

’’صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) نے اس راز کو خوب سمجھ لیا تھا اور وہ رسول کریم ﷺ کی اطاعت میں ایسے گُم ہوئے اور کھوئے گئے کہ اُن کے وجود میں اور کچھ باقی رہا ہی نہیں تھا جو کوئی اُن کو دیکھتا تھا اُن کو محویّت کے عالم میں پاتا تھا۔‘‘

آنحضرت ﷺ کے کِبار صحابہ کی اس سے بڑھ کر تعریف نہیں ہوسکتی۔ جو کوئی اُن کو دیکھتا تھا محویّت کے عالم میں پاتا تھا۔ دونوں جہان سے وہ گزر چکے تھے پیغمبر ﷺ کی ذات میں ڈوب چکے تھے۔

’’پس یاد رکھو کہ اِس زمانہ میں بھی جب تک وہ محویّت اور وہ اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہوگی جو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) میں پیدا ہوئی تھی، مریدوں، معتقدوں میں داخل ہونے کا دعویٰ تب ہی سچا اور بجا ہوگا۔ یہ بات اچھی طرح پر اپنے ذہن نشین کرلو۔‘‘

جو صحابہ کرامؓ میں آنحضرت ﷺ کے لئے اپنی ذات کی محویّت تھی کہ اپنی ذات سے بھی کھوئے گئے تھے اور دُنیا سے بھی کھوئے گئے تھے، صرف سامنے ایک نمونہ تھا جو پیغمبر ﷺ کا نمونہ تھا۔ فرمایا

اِس دور میں بھی جبکہ تمہارے لئے اللہ نے ایک امام مقرر فرما دیا ہے یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اگر وہی محویّت اور وہی اطاعت میں گمشدگی پیدا نہ ہوئی تو پھر تم سچے مریدوں میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اطاعت میں گمشدگی یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا محاورہ ہے، بہت ہی پیارا۔ سچی اطاعت میں انسان گم ضرور ہوتا ہے اس ذات میں گم ہو جاتا ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اس کے مقابل پر کچھ بھی باقی نہیں رہتا، اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ دو مصوروں کا امتحان لیا گیا تھا اس میں جو مضمون ہے وہ اسی محویّت اور گمشدگی سے تعلق رکھتا ہے۔ دو مصور اس بات کے دعویدار تھے کہ ہم سے بہتر مصور اور نہیں ملے گا۔ ایک بادشاہ نے ان کو امتحان کے لئے بلایا اور کہا کہ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آؤ تم دونوں کا امتحان کرتے ہیں۔ ایک بڑے ہال میں ایک پردہ بیچ میں کھینچ دیا گیا اور ایک طرف ایک مصور کو بٹھا دیا دوسری طرف دوسرے مصور کو۔ معین وقت دے دیا گیا تین چار جتنے بھی مہینے آپس میں طے ہوئے اور ان کو ان کی ضروریات مہیا کی جاتی رہیں۔ مگر اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ دروازہ کھٹکھٹا کر ان کو بتا دیا جاتا تھا بتائیں کیا چیز چاہئے وہ مہیا کر دی جاتی تھی۔ آخر جب امتحان کا وقت پورا ہوا تو اتنی خوبصورت منظر کشی تھی کہ آنکھیں اس سے الگ نہیں ہوتی تھیں۔ اتنی تفصیل سے حسین نظارے دکھائے گئے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے قدرت سامنے آ کھڑی ہو۔ ہر شخص عش عش کر اٹھا۔ واہ واہ۔ مصوری اس کو کہتے ہیں۔ دوسرے مصور سے پوچھا گیا کہ آؤ ہم اب تمہارے کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں میری ایک شرط ہے کہ حجاب جو بیچ میں ہے اس کو اٹھا لیا جائے۔ چنانچہ جب حجاب اٹھایا گیا تو بعینہٖ وہی تصویر جو اس دیوار پر تھی وہ اُس دیوار پر دکھائی دینے لگی کیونکہ اس مصور نے سوائے دیوار کو صیقل کرنے کے اور کوئی کام نہیں کیا تھا۔ اتنا چمکایا، اتنا چمکایا کہ درمیان سے شیشہ اٹھ گیا یعنی شیشہ کی بھی کوئی نہ کوئی جھلک دکھائی دیتی ہے مگر اس دیوار کے پردے کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی تھی۔ کچھ دیر کے لئے تو وہ مبہوت ہو گئے کہ یہ کیا بات ہوئی ہے اور پھر بے اختیار دل سے واہ واہ اٹھی۔ اس کہانی میں جس پردے کا ذکر ہے وہ پردہ اٹھانا ہوگا اس کے بغیر وہ محویّت نہیں ہو سکتی جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ ’’اطاعت میں گمشدگی۔‘‘ وہ دیوار جس کا عکس بننا چاہتی تھی اس میں گم ہو گئی اور بیچ کا

پردہ حائل جو تھا وہ اٹھ گیا۔ ہر انسان اور اس کے راہنما کے درمیان اگر پردہ ہے تو وہ راہنما سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اگر پردہ اٹھ جائے تو ہر خرابی سے پردہ اٹھ جائے گا اور بعینہٖ انسان اس کی پیروی میں اپنی زندگی کو فنا کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے تعلق کو جو آنحضرت ﷺ سے تھا بالکل اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ آپؑ اس مصور کی طرح تھے جس نے پردہ اٹھا دیا لیکن اس وقت اٹھایا یا اس طرح اٹھایا کہ اپنا نفس اتنا صیقل ہو چکا تھا کہ اس پہ جو آقا تھا اس کی تصویر دکھائی دے رہی تھی اور اپنی تصویر کا کوئی نشان تک نہیں ملتا تھا۔ یہ بظاہر برابری، برابری نہیں کیونکہ عکس، عکس ہی رہے گا اور جس کا عکس ڈالا جا رہا ہے وہ حقیقت میں حاوی وجود یا اعلیٰ درجہ کا وجود بنا رہے گا لیکن جو عکس مکمل کر دے اس کے بھی کیا کہنے۔ اس شان کی ربوبیّت اس کے اندر پیدا ہوتی ہے یعنی اپنے آپ میں سو جانا، اپنے آپ سے کھوئے جانا کہ آقا کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ پس بعض لوگ گھٹیا سا شعر پڑھتے ہیں:

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی (موجی رام موجی)

یہ جھوٹا اور بے معنی شعر ہے مگر جس کے دل میں محمد مصطفی ﷺ کے سوا کوئی ہو ہی نہ اس پر تو بعینہٖ صادق آتا ہے کہ اپنے نفس میں جب بھی دیکھا محمد رسول اللہ ﷺ کو جلوہ گر دیکھا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ تم مجھے سامنے رکھو اور اپنے پردے اٹھا دو۔ دیکھو کتنا مشکل مگر کتنا حقیقت پسند پیغام ہے ایسا پیغام جس سے اعلیٰ پیغام آپ کو دیا نہیں جا سکتا۔

> ’’مریدوں، معتقدوں میں داخل ہونے کا دعویٰ تب ہی سچا اور بجا ہوگا۔ یہ بات اچھی طرح پر اپنے ذہن نشین کر لو کہ جب تک یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم میں سکونت کرے اور خدا تعالیٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں اس وقت تک شیطانی حکومت (کا) عمل و دخل موجود ہے۔‘‘

اب سوال یہ ہے کہ ابھی تو رسول اللہ ﷺ کی باتیں ہو رہی تھیں اور اپنی باتیں رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے ہو رہی تھیں اچانک خدا تعالیٰ کی طرف مضمون کیوں پھیر دیا۔ یہ اس لئے ہے کہ دراصل محمد رسول اللہ ﷺ اس لئے عظمت رکھتے ہیں کہ خدا نما تھے، اس لئے عظمت رکھتے ہیں کہ خدا آپ ﷺ کے دل میں اتر آیا تھا ورنہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک عام عرب بھی تو سمجھے جا سکتے تھے دُنیا کو کیا پروا ہونی تھی۔ وہ صحابہؓ جو دشمن تھے کیوں مطیع ہوئے اس لئے کہ آپ ﷺ کی ذات

میں خدا دکھائی دینے لگا تھا۔ جب تک ان کی آنکھیں اندھی یا بیمار تھیں ان کو دکھائی نہیں دیتا تھا مگر جب دکھائی دینے لگا تو ان کے لئے عشق کے سوا چارہ ہی کوئی نہیں تھا، اپنے نفس کو بھلا دینے کے سوا ان کے لئے کوئی اور رستہ نہیں تھا، تو تان اس بات پر توڑی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنے آپ کو اتنا بڑا دکھا رہے ہیں کہ میرے جیسے بنو گے تو بچو گے۔ یہ فرما رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ جیسے بنو گے تو بچو گے، میں بھی تو اسی طرح بچا ہوں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی ہے تو تمہارا امام بنایا گیا۔ پس اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ اللہ تعالیٰ تم میں سکونت کرے اور خدا تعالیٰ کے آثار تم میں ظاہر ہوں۔ جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک شیطانی حکومت کا عمل دخل موجود ہے۔ یہ وہ حکومت کا نقشہ ہے جس کو الٰہی حکومت کہا جاتا ہے۔ یہ حکومت آجائے تو شیطان کی مجال نہیں کہ اس حکومت میں دخل اندازی کر سکے۔ اب شیطان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’شیطان جھوٹ، ظلم، جذبات، خون، طُول امل، ریا اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔‘‘

جھوٹ دوسروں میں دیکھو کتنا بُرا لگتا ہے اپنے نفس کو تھوڑی دیر کے لئے بھلا دو اور غیر کی نظر سے دوسرے کے جھوٹ کو دیکھو کہ کتنا مکروہ لگتا ہے اور یہی جھوٹ ہے جس پہ تم منہ مارتے ہو۔ اس کو پل پل کھاتے ہو اور بھول جاتے ہو کہ یہی وہ جھوٹ ہے جس سے تمہیں شدید نفرت ہے۔ اپنی ذات میں نفرت دکھائی نہیں دیتی۔ یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ ’’شیطان جھوٹ، ظلم، جذبات، خون (یعنی ایک دوسرے کا خون کرنا)، طُولِ اَمل (اُمید کو کھینچتے چلے جانا یعنی ایسی چیزوں کی خواہش کرتے چلے جانا جو اپنی طاقت اور بساط سے بھی بہت زیادہ ہوں، بہت بڑھ کر ہوں لیکن کبھی ختم ہونے میں نہ آئیں) ریا (دکھاوا) اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔‘‘

یہ دعوت کرتا ہے سے کیا مراد ہے؟ ’’بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے‘‘ یہ دعوت شیطان کے چیلوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جتنے بھی شیطانی وجود ہیں وہ بھی ایک دعوت کیا کرتے ہیں اور جتنے بھی الٰہی وجود ہیں وہ بھی ایک دعوت کیا کرتے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ کا وجود خدا نما ہونے کی وجہ سے ان کو تو بلاتا ہی تھا جو پہچان رہے تھے کہ اس کی ذات میں خدا جھلک رہا ہے لیکن دعوت شرط تھی اس طرف لوگوں کو بلاتے بھی تھے۔ اس لئے یہ خیال کر لینا کہ شیطان بلاتا نہیں یہ ایک وہم ہے۔ خوش فہمی ہے۔

شیطان ضرور بلاتا ہے اور جو لوگ آپ کو ان سب چیزوں کی طرف بلانے والے، ساتھی، دوست جتنے بھی آپ کے قریبی ہوں یہ سارے شیطان کے چیلے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ یا ان سے منہ موڑا جائے یا ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اب ''تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔'' اب یہ لفظ ''دعوت کرتا ہے'' اگر ایک انسان اسی پر غور کرے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کا صرف اس فقرہ سے قائل ہو سکتا ہے۔ یہ عارفانہ کلام ہے، ایک سچے کا کلام ہے، جس کو ان سب راہوں کا تجربہ ہے محض ایک مولوی کی نصیحت نہیں۔ اس کی تو حیثیت ہی کوئی نہیں، اس کو پتا ہی نہیں کہ سچوں کے دل پہ کیا گزرتی ہے ان کو کیسا عرفان نصیب ہوتا ہے اور ہر بات کا ہر حصہ سچا ہوتا ہے ورنہ ایک اُردو دان یہ کہے گا اوہو یہ فقرہ میں زائد لکھا گیا ہے۔ ''ریا اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے''۔ اس بے وقوف کو کیا پتا کہ اُردو کیا ہوتی ہے۔ اُردو کسی نے سیکھنی ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھے۔ ہر زبان سچائی سے بنتی ہے، ہر زبان میں سچائی کی طاقت چمکتی ہے اور اُردو میں بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مقام اور مرتبہ ہے اس کو کبھی کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ نہ پہلے خلفاء پہنچ سکے۔ میرا تو سوال ہی نہیں نہ آئندہ کبھی کوئی خلفاء پہنچ سکیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات ہی اور ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں آپ کے مقام کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔

> ''ریا اور تکبر کی طرف بلاتا ہے اور دعوت کرتا ہے۔ اس کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ، صبر، محویّت، فنافی اللہ، اخلاص، ایمان، فلاح یہ اللہ تعالیٰ کی دعوتیں ہیں۔ (یعنی ان چیزوں کی طرف بلانا ضروری ہے اور اللہ ہمیشہ انہی چیزوں کی طرف دعوت دیا کرتا ہے۔)
>
> انسان ان دونوں تجاذب میں پڑا ہوا ہے۔''

تجاذب کہتے ہیں ایسی چیز جس میں کھینچنے کی طاقت ہو اور تجاذب کا زائد معنی یہ ہے کہ دو طرف کھینچنے کی طاقت ہو۔ ایک طرف ایک طرف سے کھینچا جا رہا ہو، دوسری طرف سے دوسرا گروہ دوسری طرف کھینچ رہا ہو جیسے رسہ کشی میں ہوا کرتا ہے یہ ایک تجاذب ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''انسان ان دونوں تجاذب میں پڑا ہوا ہے پھر جس کی فطرت نیک ہے اور سعادت کا مادہ اس میں رکھا ہوا ہے وہ شیطان کی ہزاروں دعوتوں اور جذبات کے ہوتے ہوئے بھی اس فطرتِ رشید، سعادت اور سلامت روی کے مادہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی ہی طرف دوڑتا ہے اور خدا ہی میں اپنی راحت، تسلی اور اطمینان کو پاتا ہے۔''

اب یہ جو تجربہ ہے یہ ہر انسان کو کبھی کبھی ضرور ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات وہ جب کسی بری بات سے بھاگتا ہے تو اس کا دل گواہ ہوگا کہ اس کے نتیجہ میں ضرور تسلّی اور راحت اور اطمینان پائے گا اور جو کلیۃً خدا کی طرف دوڑ رہا ہو اس کے ہر فیصلہ میں راحت اور اطمینان ہوگا۔

”مگر ہر چیز کے لئے نشان ضرور ہوتے ہیں۔ جب تک اُس میں وہ نشان نہ پائے جاویں، وہ معتبر نہیں ہوسکتی۔ (اب وہم وگمان کی بات نہیں ہے کہ آپ سمجھیں کہ ہاں ہم نے یہی کام کرنا ہوتا ہے۔ فرمایا کچھ نشان ضروری ہیں۔) دیکھو دواؤں کی طبیب شناخت کر لیتا ہے۔ بنفشہ، خیار شنبر تُربد میں۔“

یہ وہ دوائیں ہیں جو پرانے رسمی طب میں استعمال ہوا کرتی تھیں ابھی بھی مختلف شکلوں میں آج کے اطبا بھی استعمال کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”اگر وہ صفات نہ پائے جائیں جو ایک بڑے تجربہ کے بعد اُن میں متحقّق ہوئے ہیں تو طبیب اُن کو ردّی کی طرح پھینک دیتا ہے۔“

دواؤں کی پہچان ان ناموں سے نہیں جن ناموں سے وہ بکا کرتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ دوائیں جب طبیب خریدتا ہے تو پھر تجربہ کر کے دیکھتا ہے کہ ان کا فائدہ بھی ہوا ہے کہ نہیں۔ اگر وہ فائدہ اس میں نہ ہو تو وہ مصنوعی دوائیں ہیں بے کار دوائیں ہیں اور آج کل Third World میں دواؤں کے نام پر پتا نہیں کیا کیا بِک رہا ہے اور اس لائق ہوتی ہیں اکثر دوائیں کہ وہ ردّی کی طرح ردّی کی ٹوکری میں پھینک دی جائیں۔

”اسی طرح پر ایمان کے نشانات ہیں۔“

فرمایا ایمان بھی بعض نشانات رکھتا ہے اگر وہ نشانات تم میں نہ ہوں تو محض وہم ہے کہ تم میں ایمان ہے اس لئے اپنے ایمان کو اس طرح پرکھو جیسے طبیب دواؤں کو پرکھتا ہے اور وہ ایمان ایسے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔“

(الحکم جلد 5 نمبر 1 صفحہ: 3، 4 مؤرخہ 10 جنوری 1901ء)

وہ ایسے نشان تو نہیں جو مخفی ہوں یا چھپے ہوئے تم سے، تمہارے دماغ میں آئیں ہی نہ۔ خدا کا کلام پڑھو تو ایمان کی ہر علامت کا اس میں بیان ہے۔ اس سے اپنے آپ کو پرکھو کیونکہ وہ دوا جو تجویز ہوئی ہے

وہ جھوٹی نہیں ہوسکتی، تمہارا نفس جھوٹا ہوسکتا ہے۔ایک موقع پر شہد کے استعمال کی بات تھی۔ ایک مریض کو پیٹ میں تکلیف تھی آنحضرت ﷺ نے شہد تجویز کیا اور وہ آیا کہ میں تو ابھی تک ویسا ہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور شہد پیو۔ پھر آیا آپ ﷺ نے فرمایا اور شہد پیو اور فرمایا کہ دیکھو تمہارا پیٹ جھوٹا ہوسکتا ہے مگر اللہ کا کلام جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ شہد میں ضرور شفاء ہے اور اسی طرح شہد بار بار پینے سے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل شفایاب ہو گیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، حدیث نمبر: 5684)

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ذکر فرمایا ہے وہ ان ایمان کی نشانیوں کا ذکر ہے جو لَا رَيْبَ کتاب میں ہیں۔ جھوٹ اس کتاب میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ وہ ساری نشانیاں سچی ہیں۔ ان نشانیوں کو اپنے اندر تلاش کرو۔ اگر ساری نشانیاں آپ میں مل گئیں تو آپ گویا رسول اللہ ﷺ کا عکس بن جائیں گے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات کی تعریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا: ''كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔'' (مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابة، حدیث نمبر: 24601) آپ ﷺ کا خلق تو قرآن تھا۔ تو کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چھوٹی چھوٹی، سادہ سادہ، پیاری پیاری نصیحتوں سے کتنے عظیم مضمون کی طرف آپ کو لے جاتے ہیں۔ ایسا مضمون جو ساری زندگی پہ حاوی ہو جاتا ہے اور انسان کو پتا بھی نہیں لگتا کہ کس طرف بلایا جارہا ہوں ورنہ شاید ڈر جاتا پہلے ہی رک جاتا، تھوڑا تھوڑا کر کے آگے قدم بڑھایا جارہا ہے۔ پاس پہنچتا ہے انسان کہتا ہے اوہو میں تو ہر طرف سے گھیرے میں آ گیا، اب تو مجال نہیں کہ ان باتوں کو نظر انداز کرسکوں۔

پس یہاں سے انشاء اللہ اگلے خطبہ کا مضمون شروع ہوگا سوائے اس کے کہ کچھ اور باتیں ایسی ہو جائیں جن کا بیچ میں ذکر کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی چھوٹی چھوٹی پیاری نصیحتوں کے نتیجہ میں جماعت بڑی بنتی چلی جائے گی۔ انشاءاللہ۔